حکم وعبر

محمد سعید الرحمٰن علوی

عجب و خود پسندی — دورِ حاضر کا سنگین مرض

دوسروں کی فکر سے پہلے اپنی فکر بے حد ضروری ہے!

حضور نبی مکرم، خاتم المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

حسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم، التقوی ھٰھنا
التقوی ھٰھنا، التقوی ھٰھنا واشار الی صدرہ ثلثا

اس ارشادِ گرامی کے نقل کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ آج کل ہم جن مصیبتوں کا شکار ہیں، انہیں ایک بڑی مصیبت، جس نے نہایت کریہہ شکل اختیار کر لی ہے، وہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص، بڑا ہو یا چھوٹا، صرف اپنی اور ذاتی خوبیاں دیکھنے کا عادی بن کر رہ گیا ہے اور دوسروں میں نظر آتی ہیں تو صرف برائیاں اور کمزوریاں، اور ہوتا یہ ہے کہ انہیں بڑی بے رحمی، بے دردی اور اسلام کے اصول عدل واعتدال سے بے نیاز ہو کر بیان کیا جاتا اور اچھالا جاتا ہے — ہر شخص ہر معاملہ میں اپنے کو بے قصور قرار دیتا اور دوسروں کو مجرم اور قصوروار سمجھتا ہے۔ کسی بات کا اپنے اوپر الزام لے لیں، ناممکن، ہر الزام دوسروں پر رکھیں گے اور اپنے وقار کی حفاظت کے لیے دوسروں کی تذلیل سے گریز نہیں کریں گے۔ آج کے دور میں دوسروں کی تحقیر و تذلیل ہمارا اور ہم میں سے ہر ایک کا محبوب اور من پسند مشغلہ ہے، اس میں ہمیں بڑی راحت اور لذت نصیب ہوتی ہے — حالانکہ یہ چیز غایت درجہ مہلک اور تباہ کن ہے، خاص طور پر وہ لوگ جو کسی بھی درجہ اور دائرہ میں کوئی دینی مشغلہ اختیار کیے ہوئے ہیں، ان کے لیے تو یہ صورتِ حال سم قاتل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ قرآن عزیز نے سورۃ النجم میں ایک سلسلہ بیان میں ارشاد فرمایا۔

فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ (آیت ۳۲)

سو مت بیان کرو اپنی خوبیاں، وہ (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے اس کو جو بچ کر نکلا (شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ)

یعنی — اگر تقویٰ کی کچھ توفیق اللہ تعالیٰ نے دی تو شیخی نہ مارو اور اپنے کو بہت بزرگ نہ بناؤ وہ سب کی بزرگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے، اور اس وقت سے جانتا ہے جب تم

نے ہستی کے اس دائرہ میں قدم بھی نہ رکھا تھا ـــــ آخر میں اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک بلند مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اسقدر بڑھ چڑھ کر دعوے کرنے کا استحقاق نہیں،

جو واقعی متقی ہوتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب بھی پوری طرح بشری کمزوریوں سے پاک ہو جانا بشریت کی حد سے باہر ہے۔ کچھ نہ کچھ آلودگی سب کو ہو جاتی ہے۔ اِلّا مَن عَصَمَہُ اللّٰہ (مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

جو لوگ کچھ ہوتے ہیں وہ تو دم نہیں مارتے، ہر وقت اسی فکر میں ہوتے ہیں کہ انجام بہتر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کامیابی نصیب ہو جائے، چنانچہ الف ثانی کے مجدد، حضرت الامام الشیخ احمد سرہندی نقشبندی مجددی قدس سرہ "معرفت حق" اس شخص کے لیے حرام فرماتے ہیں جو اپنے آپ کو کافر سے اچھا سمجھے۔ اور چودھویں صدی کے رجال دین و مجددین امت میں سے ایک، حضرت الامام الشیخ مولانا محمود حسن (شیخ الہند) اسارت مالٹا کے ابتدائی ایام میں اپنے رفقاء سمیت تنہا تنہا کوٹھڑیوں میں تھے اور سرکار انگلشیہ کا فیصلہ سزائے موت کا تھا، جو بعد میں تبدیل ہوا، جب چند دن بعد رفقاء سے شیخ کا ملنا ہوا تو بعض احباب نے ان کے ضعف و اضمحلال کی وجہ پوچھی، شیخ نے از راہ ہمدردی ان حضرات کی متوقع پھانسی کو اپنے غم کا سبب بتلایا تو ان میں سے مولانا عزیر گل زید مجدہم نے جوش جوانی میں عرض کیا، حضرت، ہم تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس مرحلہ سے گذر رہے تھے اسمیں پریشانی کی کیا بات تھی لیکن بوڑھے اور نحیف شیخ نے بڑے جلال کے ساتھ فرمایا۔

گو بات ایسے ہی ہے لیکن کیا معلوم، وہاں یہ قربانی قبول بھی ہو کر نہ ہو؟

الغرض جنہیں رب العزت کے دربار ”دربار کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اور جن کی زندگیوں میں ایمان و یقین اور صلاح و تقویٰ کی بہار آجاتی ہے، وہ سب کچھ اور بہت کچھ کرنے کے باوجود بھی خوفزدہ رہتے ہیں، لیکن حقیقت سے نا آشنا، اور فقر و درویشی اور علم و مجاہدہ کا مصنوعی لباس اوڑھنے والے ہر وقت شیخی بھگارتے اور دوسروں کی برائیوں کی فکر میں رہتے ہیں ـــــ واقعہ یہ ہے کہ یہ مرض انمیں بہت ہے، جنہیں عام لوگ، اہل علم، خادم اسلام اور اہل دین و تقویٰ قرار دیتے ہیں، اس لیے ہم نے ابتدا میں وہ ارشاد نبوی نقل کیا جسکا ترجمہ ہے۔

کسی آدمی کے لیے یہ برائی بہت کافی اور بہت بڑی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی تحقیر کرے یا اسکو حقیر سمجھے، تقویٰ (جس کی وجہ سے آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم و محترم ہوتا ہے) وہ یہاں سینہ میں، دل میں چھپا ہوا ہے (یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی اور ہر بار دل اور سینہ کی طرف اشارہ بھی کیا جسکا مطلب واضح تھا کہ اندرونی کیفیات کا جاننا علیم

بذات الصدور" کا کام ہے، تمہارا نہیں، اس لیے کسی کو حقیر مت جانو)
ایک دوسری حدیث جو اسی سلسلے سے متعلق ہے، اس کے مخصوص حصہ کا ترجمہ ہے۔
مسلمان کی آبرو ایسی ہی احترام کے قابل ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا شہر مکہ، اور حج کا مقدس مہینہ اور خاص حج کا مبارک اور محترم دن۔"

ایک اور ارشادِ نبوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیں جس میں سرورِ کائنات، امام الانبیاءؐ فداہ ازواحنا وانفسنا فرماتے ہیں،
لوگو! یاد رکھو، اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم فروتنی اور عاجزی کا رویہ اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی شخص کسی پر بڑائی نہ جتائے اور نہ کوئی کسی پر دراز دستی کرے۔

یہ سب ارشاداتِ نبوی واضح طور پر ہم سے ایک مطالبہ اور تقاضا کرتے ہیں کہ ہم اپنی مزعومہ نیکیاں اچھالنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نگاہ رکھیں اور دوسروں کے معاملہ میں اچھائی کی تشہیر نہیں کر سکتے تو برائی کی تشہیر سے تو بہر طور بچیں اور گریز کریں ـــ الفرقان کی آیات ۶۳ سے ۷۶ تک "عباد الرحمٰن" کے خصائص اور ان کے اجر و ثواب کا ذکر ہے، اجر و ثواب کے ضمن میں فرمایا۔
ان کو (عباد الرحمٰن کو) بدلہ ملے گا کوٹھوں کے جھروکے، اس لیے کہ وہ ثابت قدم رہے اور لینے آئیں گے ان کو وہاں دعاء اور سلام کہتے ہوئے، سدا رہا کریں انہیں، خوب جگہ ہے ٹھہرنے کی اور خوب جگہ رہنے کی (آیات ۷۵۔۷۶، ترجمہ شیخ الہندؒ)

جن "رحمٰن کے بندوں" کو یہ اجر و ثواب ملے گا۔ ان کے خصائص میں ایک بات یہ بھی ہے کہ
اور جو لوگ شامل نہیں ہوتے جھوٹے کام میں (نہ جھوٹ بولیں، نہ جھوٹی شہادت دیں نہ باطل کاموں اور گناہوں کی مجلسوں میں حاضر ہوں) اور جب گزرنے میں کھیل کی باتوں پر نکل جائیں بزرگانہ (پر وقار اور سنجیدگی سے) (آیت ۷۲)

اور سورۂ الحجرات تو قریب قریب ساری ہی انہی فضائل و آداب کی تعلیم پر مشتمل ہے، جن کے ذریعہ سے ایک گوشت پوست کا انسان "فخر ملائکہ" بن کر رہ جاتا ہے اور ساری دنیا کے لیے باعث خیر و برکت، وہاں اللہ تعالیٰ نے ہر اس برائی کا ذکر کیا اور اس سے بچنے کی تعلیم دی، جس کے ذریعہ انسان، انسان کا دشمن بننے کے بجائے دوست بنتا ہے، نہ صرف دوسروں کا بلکہ خود اپنا دوست اور محسن بنتا ہے ـــ کیونکہ جب انسان، انسان کے درپے ہوتا ہے ـــ کسی ذریعہ سے بھی، تو اسکا نتیجہ سب سے پہلے اپنے نقصان کی شکل میں سامنے آتا ہے، اپنی نیکیاں برباد اور گناہ لازم تو ہیں انسان مفلس و قلاش بن کر (اخروی اعتبار سے) رہ جاتا ہے اور تصویرِ عبرت و حسرت!

الحجرات میں اس سے روکا کہ کسی کی بات سن کر بغیر تحقیق کسی پر چڑھ دوڑو، اسکا انجام و نتیجہ یہ ہوگا۔

فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (۶)

پھر کل کو اپنے کیئے پر لگو پچھتانے۔

اتنی بڑی اخلاقی تعلیم ہے کہ اسکا اندازہ مشکل ہے — معاشرہ میں افراتفری پھیلانے والے، رپوٹر کی آوارہ بکری کی طرح اِدھر اُدھر منہ مارنے والے، اور ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے والے بداندیش اپنا کھیل کھیلتے ہیں، اہل اسلام و اہل ایمان کا فرض ہے، کہ جذبات میں نہ آئیں، ایسی بات سُنیں تو ذرا ہوش و تدبر سے کام لیکر اس کی انکوائری و تفتیش کریں، ایسا نہ ہو کہ ادھر بات سنی اُدھر چڑھ دوڑے، پھر لگے پچھتانے، لیکن اب کیا فائدہ؟ اب تو جو ہونا تھا ہو چکا، دشمن نے اپنا وار کر دیا، وہ کامیاب ثابت ہوا، تم اپنے دعوائے ایمانی کے باوجود فراست مومنانہ سے محروم قرار پائے — سوچیں، آج مسلم معاشرہ میں یہی حال نہیں تو کیا ہے؟ سنی سنائی باتوں اور تحقیق کی چھلنی میں ان فٹ اخبارات کی بنیاد پر کسطرح قیامتیں بپا ہو کر رہ جاتی ہیں؟ لیکن کوئی نہیں سوچتا کہ اسکا سبب کیا ہے؟ اسکا سبب وہی بے احتیاطی خوف آخرت سے محرومی اور اس کا عدم احساس ہے کہ آدمی پہلے سوچ لے، کسی کے سر پر لٹھ مارنا، کسی کے خلاف قلم حرکت میں لانا بہت آسان ہے لیکن اسکا جو انجام ہوگا — دنیوی اور اخروی — اسکا بھگتنا بہت مشکل اور بے حد پریشان کن ہوگا اس لیے احتیاط، حزم اور تدبر بڑا ضروری ہے۔

ایک ہدایت اس سورۃ میں یہ ہے کہ مسلمان کے دو طبقات آپس میں الجھ پڑیں، لڑ پڑیں تو انمیں صلح کرا دو اور جب مصالحانہ سعی و کوشش کارگر نہ ہو اور ایک گروہ مسلسل زیادتی ہی کرتا چلا جائے تو تم پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ دوسرے کا ساتھ دو تا آں کہ سرکش عنصر راہ حق کی طرف پلٹ آئے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ "مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں، سو ملاپ کرا دو اپنے دو بھائیوں میں" — بقول مولانا عثمانی

> تمام پیش بندیوں کے باوصف اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ اختلاف رفع ہو جائے، اسمیں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھے رہو بلکہ جس کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتیوں سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دے۔

لیکن سوچیں اور سبھی کہ اس پر کتنوں کا عمل ہے، گروہ بندی، برادری، اور مختلف النوع تعلقات ہم میں سے ہر ایک کی راہ روکتے ہیں کہ ہم "عدل" کا راستہ اختیار کرنے سے باز رہیں، شیطان بھکا دیتا

ہے کہ تم اور تمہارے ملنے والے ہی حق و صواب کی راہ پر ہیں جب ایسا ہوتا ہے تو پھر حضرت انسان بدی کا ساتھی بن کر رہ جاتا ہے اور پھر جو قتل و غارت کی نوبت آتی ہے اور نسلاً بعد نسل قتل مقاتلے ہوتے ہیں، انہیں دیکھ کر دورِ جاہلیت کا قبائلی تعصب آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

اسی طرح اس سورۃ میں آگے چل کر مزید ان چیزوں سے روکا گیا۔

کوئی کسی سے ٹھٹھا نہ کرے، خاص طور پر عورتیں اس سے گریز کریں ـــ ٹھٹھا کی بنیاد وہی جذبہ حقارت و نفرت اور خود پسندی ہے لیکن رب العزت فرماتے ہیں اور زور دیکر۔

عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ ـــ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ (آیت ۱۱)

شاید وہ بہتر ہوں، ان سے ـــ شاید وہ بہتر ہوں ان سے

بہتر کون ہے، کون نہیں؟ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی فرما سکتے ہیں لیکن انسان خود پسندی، عُجب و غرور اور انانیت کا شکار ہو کر "در مدح خود" کی خرابی میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر دوسروں کو نشانہ تضحیک و استہزاء بناتا ہے ـــ آگے بڑھتا ہے تو "عیب لگانے" کا رویہ اختیار کرتا ہے، پھر چڑانے کی غرض سے ـــ تاکہ فتنہ کی آگ بھڑکے ـــ نام بگاڑتا اور مختلف قسم کے نام ڈالتا ہے، انہیں سے ہر گناہ کے تہہ منظر میں انسان کی خود پسندی کارفرما ہوتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے روکتا ہے اور اس قسم کے مردم آزارانہ افعال کو اسلام کے منافی قرار دیتا ہے ـــ قرآن کے نزدیک یہ حرکات بالخصوص نام بگاڑنا فسق و فجور کا کام ہے جو ایک مومن کی شان سے بعید ہے اور پھر ایسے بر خود غلط، عُجب و پندار کے مارے ہوئے اور خود پسند انسان کو اللہ تعالیٰ ظالم قرار دیتے ہیں ـــ ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ـــ جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف!

اس قسم کے مکروہ مشاغل کے نتیجہ میں دشمنی و عداوت کی بنیاد پڑ گئی تو اب حضرت انسان "تہمت طرازی" کا کارِ بے خیر شروع کرتا ہے، حالانکہ وہ نہیں سوچتا کہ میرا رب اسے گناہ قرار دیتا ہے ـــ لیکن اس "مریض انا" کو اس سے کیا غرض، گناہ پر گناہ اس کی عادت بن جاتی ہے "تہمت طرازی" کی فصل کو پروان چڑھانے کی غرض سے "تجسس" (بھید ٹٹولنا) اور "غیبت" کا بازار گرم ہوتا ہے اور انسان نہیں سوچتا کہ اس طرح وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت نوچ رہا ہے ـــ اس لیے کہ جس کی غیبت کرتا ہے وہ پاس موجود نہیں، اپنا دفاع نہیں کر سکتا، گویا مردہ ہے۔ اب اس کے جسم پر چھرے چلانے میں مزہ محسوس کرتا ہے، سوچیں کتنی سنگدلی اور شقاوت ہے ـــ لوگوں کا خیال ہے کہ کسی میں موجود جرائم کو اچھالنا کارِ ثواب ہے حالانکہ اسی کو نبی علیہ السلام نے غیبت اور مردہ بھائی کا گوشت نوچنے سے تعبیر فرمایا رہ گیا یہ مسئلہ

کہ کوئی کسی کے درپے ہوتا ہے، گھڑ گھڑ کر جرائم اس کے کھاتہ میں ڈالتا ہے تو محمد عربی علیہ السلام اسے "بہتان" کہتے ہیں جو غیبت سے کہیں سنگین جرم ہے، لیکن مسلم معاشرہ جذبہ انانیت کی تسکین اور دوسروں کے کردہ و ناکردہ جرائم پر داروغہ بننے کی غرض سے ان سب خرابیوں کا شکار ہے جبکہ رب العزت فرماتے ہیں۔

اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے، رحم کھانے والے ہیں۔

اللہ سے ڈرنا تو یہ ہے کہ ان اعمال قبیحہ کو آدمی چھوڑ دے لیکن جرم ہو جائے تو پھر تقویٰ کا تقاضا ہے "توبہ" جسکا مفہوم ہمارے نزدیک بس یہی کچھ ہے کہ زبان سے کہہ لیا، میرے اللہ میری توبہ ـــــ جب کوئی آفت پڑی تو ہتوں کے رنج کے سبب اللہ تعالیٰ یاد آنے لگے اور چندے بعد وہی لچھن۔ حالانکہ توبہ قبول کرنے والے نے "توبہ نصوح" (صاف دل کی توبہ) کا پابند بنایا ہے۔ اہل نظر و اہل دانش "توبۃ نصوح" کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

دل میں پھر اس گناہ کا خیال نہ رہے۔ اگر توبہ کے بعد اُن ہی خرافات کا خیال پھر آیا تو سمجھو کہ توبہ میں کسر رہ گئی ہے اور گناہ کی جڑ دل سے نہیں نکلی (عثمانی المرحوم)

جب "توبۃ النصوح" ہوتی ہے تو رب العزت اسے شرف قبولیت سے نوازتے ہیں بلکہ اس کو قبول کرنا اپنے اوپر لازم قرار دیتے ہیں (النساء : ۱۷) لیکن جب حال یہ ہو کہ رات کو پی، صبح کو توبہ کر لی، تو ایسی توبہ انسان کے لیے وبال جان بن جاتی ہے ـــــ یہ دھوکہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اور ایسا کرنا بندہ مومن کا شیوہ نہیں ـــــ ستم یہ ہے کہ لوگ، جی ہاں مدعیان اسلام و صلاح و تقویٰ ـــــ "انانیت" کا شکار ہو کر سبھی جرائم کرتے ہیں، قبائلی تعصب، برادری کی عصبیت، تمسخر و استہزاء، تہمت طرازی و چغلی، غیبت و تجسس، لیکن توبہ کرتے ہیں تو اس طرح کہ بس اللہ تعالیٰ سے عرض کر لیا کہ "میری توبہ" ـــــ اس "میری توبہ" کا انجام تو آپ نے معلوم کر لیا، ذرا یہ بھی دیکھ لیں اور بگوش ہوش سن لیں کہ اصحاب و ارباب حقوق سے تلافی کے بغیر بات نہ بنے گی ـــــ "توحید" اللہ تعالیٰ کا حق ہے، شرک کیا تو اللہ تعالیٰ سے معافی اور اس کیطرف انابت کافی ہو گی، لیکن غیبت و تجسس، تمسخر و استہزاء اور ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تو ہیں، اسمیں کسی کے حقوق کا بھی سوال ہے، اس سے معافی چاہو تب اللہ تعالیٰ کے دربار کی معافی قبول ہو گی کسی کا مال اڑایا، کسی کی زمین چھینی، کسی کے مکان پر قبضہ جمالیا، کسی سے رشوت کا پیسہ لیا، تو کیا رسمی توبہ کام آئے گی ـــــ نہیں جو لیا اور اڑایا ہے اس کی واپسی کی فکر کرو۔ وہ نہیں ہے تو اس کے ورثا کو لوٹاؤ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور ندامت کے آنسو کام آئیں گے ورنہ تو انسان کی "نیکیاں"، جنہیں وہ بڑا سرمایہ سمجھے

بیٹھا ہے، ان ارباب و اصحاب حق میں تقسیم ہو کر رہ جائیں گی۔ اور انسان ہاتھ ملتا رہ جائیگا —— اس وقت کی حسرت و ندامت پھر کام نہ آئے گی۔

الحجرات کی اس ساری تعلیم کے بغیر انسانوں کو خود ساختہ تقسیم میں تقسیم کرنے والے انانیت پسند اور خود پسند لوگوں کو فرمایا کہ یہ انسانوں سے نفرت، ان کے ساتھ غیر اخلاقی رویہ، اپنی نیکیوں کا چرچا اور ان پر شیخی بگھارنا یہ کاہے کو ہے؟ ابتداء تو تمہاری آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام سے ہے، پھر یہ باہمی آویزش و کشمکش اور اپنے جیسوں کے مقابلہ میں خودسری کا رویہ ہے تو کون —— اللہ تعالیٰ کے یہاں تو "تقویٰ" کام آئیگا اور ظاہر ہے کہ کسی کے تقویٰ کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہی جانتا ہے کہ کسی کے دل کی کیا کیفیت ہے؟ ہو سکتا ہے کہ محل سرا اور پلازہ ٹائپ عمارت یا کسی خانقاہ کا مقیم اپنے کو بہت کچھ سمجھے اور کچھ نہ ہو —— لیکن ایک چھپر نشین رات کو فٹ پاتھ پر گزارنے والا، بکھرے بالوں والا، جس کی طرف دنیا توجہ نہیں کرتی وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت محبوب ہو اگر کسی کو دولت اسلام و ایقان اور سرمایہ صلاح و تقویٰ نصیب ہوا ہے تو یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی دین اور اسکا کرم ہے —— سورۂ مبارکہ کے آخر میں چل کر اسی پر گفتگو ہے —— ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

تجھ پر (اے محمد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوئے، تو کہہ مجھ پر احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا، بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تم کو راہ دی ایمان کی اگر سچ کہتے ہو (۱۷)

گویا بقول سعدیؒ ؎ منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمے کنی منت ازو شناس کہ بخدمت بداشتت

اسلئے ضرورت ہے، اپنے حالات کے اصلاح کی —— بقول شیخ الاسلام والمسلمین حضرت الشیخ فرید اجودھنی رحمہ اللہ تعالیٰ (پاکپتن) ہر شخص اولاً اپنی چارپائی کے نیچے جھاڑو دے، اپنے احوالِ دل کی فکر کرے، اپنے آپ کو ٹٹولے دوسروں کی ٹٹول کا نمبر بعد میں آئیگا وہ بھی مسلمہ اصول و ہدایات کی روشنی میں —— لیکن ستم یہ ہے کہ بقول جگر مرحوم، انسان اتنی خود فریبی کا شکار ہے کہ اسے ساری کائنات کی تو فکر ہے، نہیں تو اپنی نہیں۔ اس لیے یہ سطور قلم بند کی گئیں، کہ برادران دینی اور خود ہم اپنے حالات کی اصلاح کی سوچیں اور فکر کریں۔ اس کے لیے قرآنی ارشادات اور نبوی ہدایات کو مشعل راہ بنائیں، ورنہ ہمارا ہر قدم اور ہماری ہر کاوش رائیگاں جائے گی اور بے سود!

اہل دین و تقویٰ، ارباب مدارس و خانقاہ، اور دین کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والے بزرگانِ

باقی صفحہ ۲۷ پر